© rasailojaraid.com

درسِ حدیث

جناب پروفیسر مقبول احمد قاسمی

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اذا کانوا ثلاثۃ فلیؤمھم احدھم واحقھم بالامامۃ اقرؤھم (مسلم، نسائی)

تین افراد بھی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کے فرائض سرانجام دے۔ اور ان میں سے امامت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ قاری ہے۔

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت ابومسعود عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یوم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواءً فاعلمھم بالسنۃ فان کانوا فی السنۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاقدمھم سناً۔

لوگوں کی (نماز میں) امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ یا بڑا قاری ہو۔ اگر قراۃ میں برابر ہوں تو جس کے پاس سنت کا علم سب سے زیادہ ہے۔ اور اگر سنت کے علم میں بھی برابر ہوں تو جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں فرامین سے معلوم ہوا کہ امامت کے منصب کے لیے ترتیب مدارج اس طرح ہے کہ۔

ا۔ سب سے پہلے جو شخص قرآن کا سب سے زیادہ یا بڑا قاری ہے۔ اس کے بعد

ب۔ جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہے۔ اس کے بعد

ج۔ جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اس کے بعد

د۔ جس کی عمر زیادہ ہو۔

اس ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں جب ہم یہ حدیث بھی پڑھتے ہیں کہ مرض الموت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام مہاجرین و انصار صحابہ کی موجودگی میں یہ حکم دیا کہ ابوبکرؓ ان کی جگہ نمازیں میں امامت کے فرائض سرانجام دیں تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں سے قرآن کے سب سے زیادہ یا سب سے بڑے قاری تھے اور یہ کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرأت میں سب صحابہ کرام برابر تھے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے تھے۔ اگر صورت حال یہ نہ ہوتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کی تلقین ساری عمر کرتے رہے ہیں اور ارشاد فرماتے رہے ہیں یعنی زندگی کے آخری ایام میں خود ہی اس کے خلاف کریں یا اس کے خلاف کرنے کا حکم دیں۔ عموم سے ہٹ کر اگر خصوصی طور پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے مقابلہ میں بھی دیکھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے تحت کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، جماعت کرائیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت ان تمام اوصاف میں بڑھ کر اور برتر مقام رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحلت کے بعد حضرت علی سمیت تمام صحابہ کرام نے آپ کو خلیفۃ الرسول تسلیم کر لیا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ، کا ارشاد ہے کہ:۔

دخلنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ استخلف علینا قال لا ان یعلم اللہ فیکم خیراً یولّ علیکم خیرکم قال علی رضی اللہ عنہ، فعلم اللہ فینا خیراً فولّی علینا ابابکر (دار قطنی)

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی کو ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اگر تم میں اللہ کوئی بھلائی پائے گا۔ تو تم سے بہتر کو تم پر حاکم مقرر کر دے گا۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ، اس کے بعد فرماتے ہیں) پس اللہ نے ہم میں بھلائی پائی اور ابوبکرؓ کو ہم پر مقرر کر دیا۔

بیہقی اور مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے:۔

ایھا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعھد الینا فی ھذہ الامارۃ شیئاً حتی رایتا من الرأی ان تستخلف ابابکر فاقام و استقام حتی مضی لسبیلہ الخ۔

لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا یہ تو ہماری رائے تھی کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ، کو خلیفہ بنا لیا۔ انہوں نے کتاب وسنت پر عمل کیا اور اسی دنیا سے رخصت ہو گئے روایت کے مطابق آپ نے یہ اعلان جنگ جمل کے موقع پر کیا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن سعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے۔

لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم ابابکر فی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا مارضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقدمنا ابابکر۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے غور کیا۔ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کا حکم دیا۔ لہٰذا جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اسے ہم نے اپنی دنیا کے لیے بھی پسند کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں۔

ا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قطعاً مسندِ خلافت نہ عطاء فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ میں آپ جلی یا خفی طور پر کوئی ان کے حق میں وصیت نہ فرمائی تھی۔ وگرنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلافت عطا نہیں فرمائی۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کوئی ارشاد ہوتا تو آپ اسے برملا سنا دیتے تاریخ اور احادیث کی تمام کتب اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ فطری طور پر اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ خواہش اور آرزو ضرور تھی کہ انہیں مسندِ خلافت ملے مگر انہوں نے اس کے حق میں کبھی بھی یہ دلیل نہیں دی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصی مقرر کیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا اعتراف بزعم خویش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غالی معتقدین کو بھی ہے کہ آپ نے کبھی بھی اپنی خلافت کے استحقاق میں نص جلی یا خفی کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایک غالی معتقد نے تو معاذ اللہ اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی تکفیر کر دی ہے کہ آپ نے سقیفہ بنی ساعدۃ میں اپنے حق میں نص جلی یا خفی کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ اور اس طرح معاذ اللہ کفار کے دست و بازو کیوں بنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت صدیقی کو صدق دل سے قبول فرمایا۔ وگرنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی وقت بھی اپنے اعوان و انصار کے ساتھ مل کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح جدوجہد کر سکتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے استحکام و بقا کے لیے جنگِ جمل میں تلوار اٹھا سکتے ہیں جنگ نہروان میں لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگا سکتے ہیں۔ جنگ صفین میں قوت بازوئے حیدر کا مظاہرہ فرما سکتے ہیں تو آخر آپ خلافت صدیقی میں خاموش کیوں رہے۔ امیر معاویہ کے خلاف اپنے حق کے لیے لڑ سکتے تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلح تصادم کی راہ کیوں نہیں اختیار فرما سکتے۔

یہ بات خاص طور پر غور کے قابل ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے انعقاد کے موقعہ پر آپ نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد کو بطور ثبوت پیش کیا اور نہ ہی محاذ آرائی اختیار کی ۔ کیونکہ آپ کے پاس نہ کوئی نص تھی اور نہ ہی آپ نے اسے حق تلفی قرار دیا

۲۔ دوسری بات جو صاف طور پر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ خلافت صدیقی کو بطیب خاطر قبول کیا بلکہ لوگوں کو بھی بتایا کہ انہوں نے خلافت صدیقیؓ کو اس لیے قبول کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں امام مقرر فرمایا تھا ۔ بلکہ حضرت علیؓ تو یہ بھی جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت میں تو زندگی بھر کبھی نماز ادا نہیں کی جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں آپ نے نماز ادا کی اور یہ ایک ایسی فضیلت و منقبت تھی کہ جس کی ہمسری کا دنیا میں حضرت علی سمیت کوئی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ اپنے اوصاف حمیدہ جن کے دوست دشمن سب معترف تھے ، ذہانت و فطانت شجاعت و بسالت ، عزم و استقلال ، سنجیدگی و متانت ، دور اندیشی و معاملہ فہمی صبر ، حلم اور علم و فقاہت کی بناء پر تمام صحابہ میں ممتاز اور نمایاں مقام رکھتے تھے ۔ اور اس بناء پر امامت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب آپ پر پڑی تھی ۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق کی تمام صفات پر انفرادی طور پر گفتگو کا موقع نہیں ۔ اس سے گزارشات بہت طویل ہو جائیں گی ۔ لہٰذا اس وقت آپ کی صرف ایک صفت ، علم فقاہت اور استحضار کا ذکر کرنا ہی کافی ہوگا ۔ کیونکہ دین کی طرح دنیا میں بھی اس صفت کو اولیں اساس کی حیثیت حاصل ہے ۔

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر صحابہ کرام پر بجلی بن کر گری ۔ انہیں اس بات کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا ۔ کہ آپ اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جا چکے ہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تو جوش و جذبات کی حد پھلانگ چکے تھے ۔ آپ نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں میں اس کا سر قلم کر دوں گا ۔ ان طوفانی جذبات اور ہیجانی ماحول میں صرف صدیق اکبر ہی تھے جنہوں نے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ صورت حال کو قبول کیا اور نہایت صبر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے پاس تشریف لائے ۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا ۔

جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوجا کرتا تھا تو وہ جان لے کہ اس کا معبود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا گیا ۔ اور جو شخص اللہ کی پوجا و عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ زندہ ہے اور اس پر کبھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موت نہ آئے گی - اور اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الآیۃ ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنا دین چھوڑ دو گے۔

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ گویا وہ اس آیت کے نزول سے آج ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تلاوت کرنے تک اس آیت سے واقف ہی نہ تھے ۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تلاوت کرنے سے قبل گویا میں اس آیت سے واقف ہی نہ تھا ۔ مگر اس کو سن کر میری جان نکل گئی میں گر پڑا مجھ سے اٹھا نہیں گیا اور اب مجھے معلوم ہوا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے ۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے پہلے قرآن مجید کی آیت ۔ انک میت وانھم میتون پڑھی اور اس کے بعد پہلے بیان کی گئی آیت پڑھی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کو ایک عظیم ازمائش سے بچا لیا ۔ اس واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیق کے علم اور استحضار کا اندازہ ہوتا ہے

۲ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک اور اختلافی مسئلہ یہ اُٹھ کھڑا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کہاں کیا جائے ۔ بعض صحابہؓ کا خیال یہ تھا کہ آپؐ کو مکہ میں سپردِ خاک کیا جائے بعض نے کہا بیت المقدس میں کیونکہ وہ انبیاء کی سرزمین ہے ۔ بعض نے کہا جہاں آپ کے دیگر صحابہ مدفون ہیں ۔ مگر اس موقعہ پر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہی علم کام آیا ۔ آپ نے فرمایا کہ :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من نبی یقبض الا دفن تحت مضجعہ الذی مات فیہ ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرما رہے تھے کہ ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے ۔

چنانچہ اس حدیث کے سننے کے بعد تمام اختلافات ختم ہو گئے ۔ اور آپ کا وہ بستر جس پر آپؐ نے وفات پائی تھی اٹھا لیا گیا ۔ اور اس مقام پر قبر کھودی گئی جو آج کل روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے ۔

۳ - آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی میراث کا مسئلہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا ۔ حضرت فاطمہ رضؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا حصہ مانگنے تشریف لے آئیں۔ اس موقعہ پر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، ہی نے فرمایا کہ :

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ ہم گروہ انبیاء کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے مابین ایک اور اہم اختلافی مسئلہ یہ اُٹھ کھڑا ہوا کہ آپ کا جانشین کون ہو۔ اس مسئلہ پر انصار و مہاجرین میں ٹھن گئی۔ ایک شخص نے کہا دو امیر ہوں۔ ایک مہاجرین اور دوسرا انصار میں سے اس تجویز سے شور و غوغہ بلند ہو گیا۔ اس موقعہ پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہی نے فرمایا کہ لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ :-

الائمۃ من قریش :کہ امام (یعنی آپ کا جانشین) قریش میں سے ہونا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر تمام انصار اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے اور اس طرح ایک ایسا مسئلہ ختم ہو گیا جس کی بناء پر ہو سکتا تھا۔ کہ اسی وقت تلواریں میانوں سے باہر آ جائیں۔

۵۔ آپ کی رحلت اور وصال کے بعد ایک اہم فتنہ مانعینِ زکوٰۃ کا پیدا ہوا۔ صحابہ کرامؓ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، بھی شامل تھے۔ ان کے خلاف جہاد کے خلاف تھے۔ مگر یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور علم و اتقان تھا۔ کہ آپ نے فوراً قرآنِ مجید کی آیات کی روشنی میں ان کو سمجھایا کہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا یکجا بیان آیا ہے۔ لہٰذا اگر نماز حق اللہ ہے تو زکوٰۃ حق العباد ہے اور میں ہر اس شخص کے خلاف جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق پیدا کرے گا۔ جہاد کروں گا۔ حضرت ابوبکرؓ کی دلیل پر تمام صحابہ کو انشراح صدر ہوا جو قبل ازیں اس مسئلہ میں نہ تھا۔ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے بے پناہ علم اور قوت اجتہاد پر ایک روشن دلیل ہے۔

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے ایک سال قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ جو اس کا اعلان تھا کہ دورانِ حج اگر کسی کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت درپیش ہو تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے کندھوں پر ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشبہ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو بھی بھیجا مگر وہ امیر حج بن کر نہیں گئے تھے۔ ان کی ڈیوٹی صرف یہ تھی کہ وہ لوگوں کو سورۃ برأۃ سنائیں۔ باقی معاملات میں وہ امیر حج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے ہی تحت تھے۔

باقی صفحہ ۵۴ پر

© rasailojaraid.com